بیگم جہاں آرا شاہنواز

خلیفہ صاحب

خلیفہ عبدالحکیم صاحب سے میرا تعارف اس وقت ہوا جب مرحوم والد صاحب (سر محمد شفیع) وائسرائے کی اگزیکٹو کونسل میں وزیر تعلیم تھے۔ پردہ سے باہر آنے کی ابتدا ہوئی تھی اور ہم والد صاحب کے صرف چند احباب سے ملے تھے۔ خلیفہ صاحب کی نئی شادی ہوئی تھی اور وہ اپنی دلہن خدیجہ بیگم کو لے کر آئے تھے۔ ان کا قیام تارادیوی میں تھا اور وہاں سے صرف ایک دن کے لیے شملہ آئے تھے۔ دونوں والد صاحب سے ملے۔ وہ ان کو اوپر لے آئے اور ہم سب سے تعارف کرایا۔ ہم سیسل ہوٹل سے اوپر کی پہاڑی پر کوٹھی انور آدم میں رہتے تھے۔

خلیفہ صاحب کے گھرانے سے برسوں کے خاندانی مراسم تھے اور خدیجہ بیگم کے والد عبدالغنی سیشن جج سے والد صاحب کے برادرانہ مراسم تھے۔ اور خدیجہ بیگم ہمارے والدین کے لیے بطور بھتیجی کے تھیں۔ ان کی تعلیم کوئین میری کالج میں ہوئی تھی اور اکثر ملنا ہوتا تھا۔ ہم سب کو خصوصاً والد صاحب کو یہ دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ دونوں بفضل خدا بہت مناسب اور موزوں جوڑی ہیں۔ ہم سب نے زور دے کر ان کو ایک رات وہیں ٹھیرا لیا۔ رات کے کھانے کے بعد شعر و شاعری شروع ہوئی۔ ایک طرف خلیفہ عبدالحکیم اور دوسری طرف بھائی بشیر احمد، غرض ایک بجے رات تک ایسی محفل آراستہ رہی کہ سونے کو کسی کا دل نہ چاہتا تھا۔ جس وقت خلیفہ صاحب نے "چل میرے چرخے چرخ چوں" سنایا ہے تو ہم سب بے حد محظوظ ہوئے اور مرحوم والد صاحب نے اصرار کر کے دوبارہ یہ نظم سنی۔ ان دنوں چرخے کا دور دورہ تھا اور عبدالحکیم صاحب نے یہ نظم نئی نئی لکھی تھی۔ اس کے بعد بارہا ملنا ہوتا رہا۔ اور ہم ان دونوں کے آنے کے منتظر رہتے تھے۔

حیدرآباد دکن سے واپس آنے کے بعد تو ہمارے گھرانوں میں ایسی کم محفلیں منعقد ہوئی ہوں گی جن میں خلیفہ عبدالحکیم موجود نہ ہوں۔ جب سمندر پار کے رہنے والے اور اسلامی ممالک کی نامور ہستیاں زیب محفل ہوں تو خلیفہ صاحب کا شریک نہ ہو سکنا باعث صد افسوس ہوتا اور مجلس سونی ہو جاتی تھی۔ ان کی غیر معمولی شخصیت جس میں قابلیت، جاذبیت، ملنساری، بذلہ سنجی، نکتہ رسی اور خلوص و ہمدردی جیسے اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے، بڑی دلکش تھی۔ اسلام کا انہوں نے بہت غائر مطالعہ کیا تھا۔ چنانچہ اسلام کے صحیح احکام کو دور حاضرہ کی روشنی میں دیکھنا اور تقاضوں کو ان سے ہم آہنگ کرنا انہیں کا کام تھا۔ سامعین ان کی فہم و فراست کا گہرا نقش لیے ایسی محفل سے اٹھتے

تھے۔ زکوٰۃ کمیٹی پر دو سال اور فیملی لاز کمیشن پر سات آٹھ مہینے مل کر کام کیا۔ میں خوش قسمت ہوں کہ نہ صرف علمائے دین بلکہ میاں عبدالرشید، ملک خدا بخش اور خلیفہ عبدالحکیم صاحب جیسے بیدار مغز اور روشن خیال بزرگوں کے ساتھ مل کر کام کے موقعے ملے اور اپنے پاک مذہب اسلام کے اصول و نظریات اور احکام کو سمجھنے اور صحیح معنوں میں پرکھنے اور جاننے کے بیش بہا مواقع حاصل ہوئے۔ ملک خدا بخش کی وفات کے بعد زکوٰۃ کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے ہر نکتے کو سلجھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور علمائے دین کو ہر طرح سے مطمئن کر دیا۔ اگر علماء ایک آیت کا حوالہ دیتے تو خلیفہ صاحب اس کے جواب میں کئی آیتیں اور حدیثیں پیش کر دیتے۔ کیا حاضر جوابی تھی اور کیسی ٹھوس قابلیت اور مطالب قرآن پر کیسا عبور۔ ایک الجھے ہوئے نکتے کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس خوبی اور قابلیت سے پیش کرنا کہ دوسرے قائل ہو جائیں انہیں کا کام تھا۔ عالم، استاد، دوست، شہری ہر حیثیت سے ان کی زندگی قابلِ رشک اور قابلِ فخر تھی۔ اور ان کی وفات ہمارے لیے نہ صرف انفرادی بلکہ قومی نقصان بھی ہے۔

تاریخ جمہوریت

مؤلفہ شاہد حسین رزاقی

قبائلی معاشروں اور یونانِ قدیم سے لے کر عہدِ انقلاب اور دورِ حاضرہ تک جمہوریت کی مکمل تاریخ جس میں جمہوریت کی نوعیت و ارتقاء، مطلق العنانی اور جمہوریت کی طویل کشمکش مختلف زمانوں کے جمہوری نظامات اور اسلامی و مغربی جمہوری افکار کو بڑی خوبی سے واضح کیا گیا ہے۔

صفحات ۵۰۶۔ قیمت ۸ روپے

ملنے کا پتہ:

سیکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کلب روڈ۔ لاہور